ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۰ فروری سنہ ۱۹۶۱ء

۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

خود فراموشی

جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
دنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے

وہ ذکر حسیں، رحمت کا امیں، کہتے ہیں جسے قرآنِ مبیں
دنیا کے نئے نغمے سیکھے، عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی چکا، ہم ایک تماشہ بن بھی گئے
دنیا کو جگانا یاد رہا، خود ہوش میں آنا بھول گئے

عبرت کا مرقع یہ پستی ہے، قابلِ حیرت یہ مستی
اپنا تو مٹانا یاد رہا، باطل کا مٹانا بھول گئے

انجام آزادی کیا کہیے، بربادی سی بربادی ہے
جو درس شہِ بطحا نے دیا، دنیا کو پڑھانا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

علامہ انور صابری

مجاہدینِ الجزائر

شہیدوں کے لہو سے جو زمیں سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بہت شاداب ہوتی ہے

جدھر سے غازیانِ ملتِ بیضا گذر جائیں
وہاں کی کنکری بھی گوہرِ شب تاب ہوتی ہے

محبت کے مقدر میں کہاں آرام اے ہمدم
کہیں شعلہ، کہیں بجلی، کہیں سیماب ہوتی ہے

سوادِ شام بھی اس دیس کی جو حق پہ قائم ہو
تجلّی ساز، دل افروز، عالم تاب ہوتی ہے

اسی پر سب شہود و غیب کے اسرار کھلتے ہیں
خدا کے راستے میں آنکھ جو بے خواب ہوتی ہے

مجاہد کے لئے ہے زندگی اک حشر کا عالم
مگر اربابِ راحت کے لئے اک خواب ہوتی ہے

فرانسیسی درندے قتل و غارت پر نہ اترائیں
کوئی دن ہیں یہ کشتی دیکھنا غرقاب ہوتی ہے

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۶ || ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۶۱ء || شمارہ ۴۰

محکمۂ اوقاف اور علماءِ کرام

حکومت پاکستان نے محکمۂ اوقاف قائم کرکے ایک مستحسن اقدام کیا ہے۔ اس وقت اوقاف کی تنظیم کی مہم شروع ہے۔ اگرچہ اب تک اس سلسلہ میں مناسب اصلاحات کو بروئے کار نہیں لایا گیا اور اس محکمہ کی توجہ زیادہ تر اوقاف کی تلاش اور حصول کی جانب رہی ہے۔ تاہم توقع ہے کہ اوقاف کی اس تنظیم کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔

اوقاف اسلام کا ایک خصوصی شعبہ ہے۔ جس میں اصل جائداد محفوظ رہتی ہے اور اس کا نفع وقف کرنے والے کی مرضی کے مطابق جائز اغراضِ وقف اور رفاہی امور میں خرچ کیا جاتا ہے۔ اُوقاف میں متولیوں کو حق تصرف حاصل ہوتا ہے اور تاوقتیکہ ان کی خیانت ثابت نہ ہو جائے انہیں معزول نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ حکومت کو نگرانی کا اختیار حاصل ہے۔ اور متولیوں کی بددیانتی کی صورت میں وہ انہیں اس منصب سے ہٹا سکتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ بعض مساجد اور مزارات کی آمدنی چند ایک مخصوص افراد کے ذاتی مفاد میں استعمال ہوتی رہی اور ان لوگوں نے وقف کی اس آمدنی سے اپنی عیش و عشرت کی دکان سجائی اور اسے شراب و شاہد و شکر فروشی کی ہنگامہ آرائیوں میں صرف کیا۔ اور شدید ضرورت و احتیاج کے باوجود مذہبی اور سماجی بھلائی کے امور اس آمدنی سے محروم رہے۔

لیکن اب یہ امید بندھ چلی ہے کہ اس صورت حال کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اگر حکومت، مساجد و مدارس کی آزادی اور اس کے نظام کار کے مسنون و ماثور معمولات میں مداخلت کئے بغیر خرابیوں کی روک تھام کرے اور اس قومی امانت کی دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دے تو یہ اس کا عین احساس فرض ہو گا۔ اور دیندار طبقہ اس پر حقیقی مسرّت محسوس کرے گا۔

ہمیں خوشی ہے کہ حکومت نے اس محکمہ کے لئے جس کا تعلّق خاص طور پر ایک مذہبی معاملہ سے ہے محترم اے۔ ایچ قریشی صاحب کو بطور ناظم متعین کیا ہے جنہیں ذاتی طور پر اس شعبہ کی تنظیم و اصلاح سے گہری دلچسپی ہے۔ اور صاحب موصوف نے اپنے عہدے سے بجا طور پر فائدہ اٹھاتے ہوئے عُلمائے ملک و ملّت سے اجتماعی مشاورت اور دینی امور پر مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ جس سے یہ توقع پیدا ہو گئی ہے۔ کہ باہمی افہام و تفہیم سے علماء کرام اور حکومت کے درمیان تعاون کی نئی راہیں نکل آئیں گی۔ اور ایک .... خوشگوار اقدام خوشگوار ماحول میں بہتر نتائج پیدا کر سکے گا۔

حال ہی میں ناظم اوقاف محترم قریشی صاحب نے علماء کرام سے اپیل کی ہے کہ وہ نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے لادینی اثرات کے اسباب پر غور کریں۔ اور ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کریں۔ جس سے لادینیّت دہریت اور اشتراکیّت کا سدِّباب ہو۔ اور نوجوان طبقہ اس کے اثرات بد سے محفوظ رہ سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں علماء بالکل بے بس ہیں۔ کیونکہ ان مفاسد کا سرچشمہ محراب و منبر نہیں ہیں۔ بلکہ مغربی طرز کی وہ درسگاہیں ہیں جنہیں "لارڈ میکالے" کے الفاظ میں قائم ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ جو نوجوان یہاں سے تعلیم پا کر نکلیں۔ ان کے دل و دماغ پر فرنگیت کا غلبہ ہو۔ وہ اسلامی آدابِ شریعت سے بے بہرہ اور مشرقی روایات سے سراسر بے تعلّق ہوں۔ وہ رنگ و نسل کے اعتبار سے ایشیائی ہوں۔ اور ان کے نام مسلمانوں کے سے ہوں۔ مگر دل و نگاہ کے اعتبار سے خالص انگریز ثابت ہوں۔

فرنگی سامراج نے اس ناپاک مقصد کے لئے ہر وہ طریقہ اختیار کیا۔ جس سے مسلمانوں کو ان کی اسلامی تہذیب و ثقافت اور شاندار مذہبی اور قومی روایات سے متنفّر کیا جا سکے۔ اور بلاشبہ انگریز اس ناپاک کوشش میں پوری طرح کامیاب رہا۔ بدقسمتی سے ابھی تک ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں وہی نظام تعلیم رائج ہے۔ اس صورت میں علماء سے یہ توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اصلاح حال کی کسی تدبیر میں کامیاب ہو سکیں گے۔

ان کالجوں اور اسکولوں کے فارغ التحصیل طلباء جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ تو ان کا مقصد حیات صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر انگریز کی نقالی کریں اور اپنی نجی اور اجتماعی زندگی میں وہی طور طریقے اپنائیں۔ جو فرنگی تہذیب کے لوازمات میں سے ہیں۔

انہیں یہ جاننے کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی کہ اسلام کے تقاضے کیا ہیں۔ اور خدا و رسول کے احکام ان سے کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھا جائے تو وہ مذہبی تعلیم سے بالکل کورے اور جاہل ہوتے ہیں

کتنی شرم کی بات ہے۔ کہ اسلام کے حلقہ بگوش اسلام کے مفہوم تک سے ناآشنائے محض ہوں۔ اور اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اُلٹا اسلامی شعائر کے بارے میں زبانِ طعن دراز کریں اور دوسری قوموں کے سامنے اسلامی تعلیمات کے متعلق خود مسلمانوں کی جانب سے احساس کہتری کا مظاہرہ ہو۔ . . . .

اور اسی احساسِ کہتری کی بنا پر ہر مجلس میں یہ ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیں۔ کہ اسلام ایک لچکدار مذہب ہے جو خود کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی پوری صلاحیّت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جو "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز" اور "چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو" جیسے گھٹیا اور نامعقول نظریہ کا علمبردار ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

خدا سے حیا کرنے کا بیان

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتٰى وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ سے شرم و حیا کرنے میں شرم و حیا کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ اے خدا کے نبی خدا کا شکر ہے ہم خدا سے اسی طرح شرم و حیا کرتے ہیں۔ یعنی اس سے ڈرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ حیا کرنا یہ نہیں ہے جس کو تم کہتے ہو۔ بلکہ خدا سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سر اور جو کچھ سر کے اندر ہے اس کی حفاظت کرے۔ اور پیٹ اور جو کچھ پیٹ کے اندر ہے۔ اس کی حفاظت کرے۔ (سر کی حفاظت سے مراد غرور اور تکبر سے باز رہنا اور سر کے اندر کی چیزوں سے مراد زبان آنکھ اور کان کو بری باتوں سے بچانا ہے۔ پیٹ سے مراد حرام اور شبہ کی چیزیں کھانا اور پیٹ کے اندر کی چیزوں سے مراد ستر۔ ہاتھ۔ پاؤں اور دل کی حفاظت ہے) اور چاہیئے کہ موت کو یاد رکھے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کو نہ بھولے۔ اور جو شخص آخرت کی بھلائی کا خیال رکھتا ہے۔ وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس جس نے ان باتوں پر عمل کیا۔ اس نے خدا سے حیاء کی اور حیا کا حق ادا کیا۔ (احمد و ترمذی)

موت کی آرزو نہ کرو

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَكٰى سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَاَكْثَرَ الْبُكَاءَ فَقَالَ يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ اَعِنْدِيْ تَتَمَنَّى الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ اِنْ كُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمُرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔ رواہ احمد۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے اور ہمہ تن آپ کی طرف متوجہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نصیحت فرمائی اور اپنے بیان سے ہمارے دلوں کو نرم کر دیا۔ سعد بن وقاصؓ (آپؐ کے بیان سے، بیحد متاثر ہوئے۔ روئے اور بہت روئے۔ اور پھر کہا۔ کاش مجھ کو بچپن ہی میں، موت آجاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر، فرمایا۔ سعدؓ میرے سامنے تو مرنے کی آرزو کرتا ہے۔ آپؐ نے تین بار یہ جملہ کہا۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ سعدؓ اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تو جس قدر تیری عمر زیادہ ہو گی۔ اسی قدر تیرے لئے بہتر ہو گا۔

تلقین کا بیان

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ رواہ مسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مرنے والے کے سامنے لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔

مصیبت کے وقت اچھی دعا کرو

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهٗ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے۔ اور وہ خداوند بزرگ و برتر کے حکم کے مطابق اس مصیبت پر یہ الفاظ کہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا یعنی ہم خدا ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو واپس جانا ہے۔ اے اللہ مجھ کو میری مصیبت پر ثواب دے اور جو چیز ضائع ہوئی ہے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔ خداوند تعالیٰ اس سے بہتر چیز اس کو عطا فرما دیتا ہے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ یعنی ان کے شوہر کا انتقال ہوا۔ تو میں نے کہا۔ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مسلمان ہو گا۔ وہ وہی تھا۔ جس نے سب سے پہلے معہ اہل و عیال کے ہجرت کی تھی۔ پھر میں نے یہی کلمے کہے جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں۔ تو خداوند تعالےٰ نے ابوسلمہؓ کے عوض مجھ کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ یعنی مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

لا الٰہ الا اللہ پر خاتمہ کی فضیلت

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو۔ وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (ابوداؤد)

خطبۂ یوم الجمعۃ ۱۶ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۳ر فروری ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی۔ دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔

خلاصہ: نبی کا آنا ○ پیغامِ الٰہی پہنچانا ○ سردارانِ قوم کا جھٹلانا عوام کا اپنے سرداروں کا کہا ماننا ○ عذابِ الٰہی آنا اور اس قوم کا ملیامیٹ ہو جانا

پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام

سب سے پہلی قوم

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ر

ترجمہ:- بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری قوم میں ہرگز گمراہ نہیں ہوں۔ لیکن میں جہان کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی ہے۔ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔ اور تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

پھر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا

فَکَذَّبُوْہُ۔

ترجمہ:- پھر انہوں نے پیغمبر علیہ السلام (یعنی نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کے سوا باقی ساری قوم کو غرق کر دیا۔

فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ○

(سورۃ الاعراف ع ۸ پ ۸)۔

ترجمہ:- پھر ہم نے اسے کشتی میں بچا لیا۔ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے تھے۔

اندھے آنکھوں کے نہیں تھے

بلکہ عقل کے اندھے تھے۔ اسی اندھے ہونے کے باعث انجام کو نہیں سوچا۔ کہ پیغمبر خدا علیہ السلام کی مخالفت کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

ھود علیہ السّلام کا قوم عاد کو دعوت دینا

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاہُمْ ہُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

(سورۃ الاعراف ع ۹ پ ۸)۔

ترجمہ:- اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں۔

سردارانِ قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○

ترجمہ:- اس کی قوم کے کافر سردار بولے۔ ہم تو تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اور ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

پیغمبر علیہ السّلام کا جواب

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاہَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ○ (سورۃ الاعراف ع ۹ پ ۸)۔

ترجمہ:- فرمایا۔ اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ لیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

قوم کی طرف سے پیغمبر علیہ السّلام کو جواب

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○

(سورۃ الاعراف ع ۹ پ ۸)۔

ترجمہ:- انہوں نے کہا۔ کیا تو اس لئے آیا ہے۔ کہ ہم ایک اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کریں۔ اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے رہے انہیں چھوڑ دیں۔ پس جس چیز سے تو ڈراتا ہے۔ وہ لے آ۔ اگر تو سچا ہے۔

قوم پر عذابِ الٰہی کا آنا!

فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف ع ۹ پ ۸)۔

ترجمہ:- پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ اُن کی جڑ کاٹ دی۔ اور وہ مومن نہیں تھے۔

قوم ثمود کی طرف صالح علیہ السلام کا بھیجا جانا اور اُن کا اپنی قوم کو دعوت دینا

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاہُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ (سورۃ الاعراف ع ۱۰ پ ۸)۔

ترجمہ:- اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ (تعالےٰ) کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے۔

قوم کے سرداروں کی طرف سے صالح علیہ السلام سے عذابِ الٰہی لانے کی درخواست کرنا

قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع۱۰ پ ۸)۔

ترجمہ:- کہا- اے صالح! لے آ ہم پر جس سے تو ہمیں ڈراتا تھا- اگر تو رسول ہے۔

پس انہیں زلزلہ نے آ پکڑا- پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تباہ شدہ قوم پر افسوس کرنا

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۝

(سورۃ الاعراف ع۱۰ پ ۸)۔

ترجمہ:- پھر صالح (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے- اور فرمایا- اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا- اور تمہاری خیر خواہی کی- لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے افسوس سے اپنی قوم کے متعلق یہ الفاظ کہے- کہ میں نے تو تمہاری خیر خواہی کی تھی- لیکن تم نے میری خیر خواہی کی کوئی قدر نہ کی- (اور آج قدر نا شناسی کا مزہ چکھ رہے ہو) اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کی قدر شناسی کی توفیق عطا فرمائے- ورنہ ناشناس اور ناقدری کرنے والوں کے حق میں ہمیشہ نتائج بد نکلتے ہی آئے ہیں- اور وہ نتائج یہی تو تھے- کہ نبی کی مخالفت کرنے والوں پر عذابِ الٰہی آیا- اور ان نافرمانوں میں سے ایک بھی نہ بچا۔

مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کا بھیجا جانا

قولہٗ تعالیٰ :- وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع۱۱ پ ۸)۔

ترجمہ:- اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا- فرمایا- اے میری قوم اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کرو- اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں- تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل پہنچ چکی ہے- سو ماپ اور تول کو پورا کرو- اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو- اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو- یہ تمہارے لئے بہتر ہے- اگر تم ایماندار ہو- اور سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو- کہ اللہ (تعالےٰ) پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو- اور اللہ کی راہ سے روکو- اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو- اور اس حالت کو یاد کرو- کہ جب تم تھوڑے تھے- پھر اللہ تعالےٰ نے تمہیں زیادہ کر دیا- اور دیکھو- کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا ہے۔

سرداران قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۝ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ

ترجمہ:- اس قوم کے متکبر سرداروں نے کہا- اے شعیب (علیہ السلام) ہم تجھے اور جو تجھ پر ایمان لائے ہیں- اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے- یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ- فرمایا- کیا اگرچہ ہم اس دین کو ناپسند کرنے والے ہوں- ہم تو اللہ (تعالےٰ) پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں- اگر ہم تمہارے مذہب میں واپس آ جائیں- بعد اس کے کہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں اس سے نجات دی ہے- ہمیں یہ حق نہیں- کہ تمہارے دین میں لوٹ کر آ جائیں- مگر یہ کہ اللہ (تعالےٰ) چاہے- جو ہمارا رب ہے- ہمارے رب کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے- ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝

ترجمہ:- اے رب ہمارے- ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے- اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع۱۱ پ ۹)۔

ترجمہ:- پھر انہیں زلزلہ نے آ پکڑا- پھر وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے- جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا- گویا کہ وہ وہاں کبھی بسے ہی نہیں تھے- جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا- وہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔

پھر شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کی تباہی پر اظہار افسوس نہ کرنا

کیونکہ وہ لوگ گمراہ تھے

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝ (سورۃ الاعراف ع۱۱ پ ۹)۔

ترجمہ:- پھر ان سے منہ پھیرا- اور کہا- اے میری قوم! تحقیق میں نے تمہیں اپنے رب کے احکام پہنچا دیئے- اور میں نے تمہارے لئے خیر خواہی کی- پھر کافروں کی قوم پر میں کیونکر غم کھاؤں۔

گذشتہ تباہ ہونیوالی قوموں پر شاہنشاہی تبصرہ

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (الاعراف ع۱۲ پ ۹)۔

ترجمہ:- اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے- اور (خدا تعالیٰ سے) ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے- لیکن انہوں نے جھٹلایا- پھر ہم نے انہیں انکے اعمال کے

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد خدام و متوسلین حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

مجلسِ ذکر کے آداب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:-

اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ ہم سب کو اس بابرکت مجلس میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

اس مجلس میں لاہور اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے لوگ آ کر شریک ہوتے ہیں۔ جو شخص جس قدر زیادہ طویل مسافت طے کر کے آتا ہے۔ اتنا ہی اس کو ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ جتنا زیادہ کرایہ خرچ کرتا ہے اور جتنی زیادہ مشقت برداشت کرتا ہے، اللہ تعالےٰ کے ہاں اتنا ہی زیادہ اس کا اجر لکھا جاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔ اصل چیز خلوص نیت اور حسنِ اعتقاد ہے۔ کہ اس کے بغیر اچھے سے اچھا عمل بھی قابلِ قبول نہیں۔

نیک نیتی کے ساتھ اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کی غرض سے جو لوگ اس مجلس میں شامل ہوتے ہیں۔ میں اُن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی مغفرت فرمائے گا۔ اور انہیں آخرت میں درجاتِ عالیہ نصیب ہوں گے۔

کئی ایک نئے حضرات بھی اس مجلس میں آتے رہتے ہیں۔ جو اس مجلس کے آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ بسا اوقات بہت بلند آواز سے ذکر شروع کر دیتے ہیں۔ جو مستحسن نہیں ہے۔

یاد رکھیئے!

ذکر جہر سے مقصود اپنے خیالات کو محدود کرنا اور ان میں یکسوئی پیدا کرنا ہے۔ اور تمام خیالات سے ہٹ کر ایک اللہ رب العزت کی جانب توجہ کو مرکوز کرنا اصل مقصد ہے۔ اور یہ چیز تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب آہستہ آواز سے ذکر الٰہی بجا لایا جائے۔

بدعت کا مفہوم

بعض لوگ اس مجلسِ ذکر کو بھی بدعت سمجھنے لگے ہیں۔ یہ لوگ بدعت کے مفہوم سے نا آشنا ہیں۔

ہر نیک کام کو جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو بدعت کہہ دینا درست نہیں ہے۔

بدعت کی تعریف

یہ ہے کہ وہ عمل حضورؐ سے ثابت نہ ہو اور اسے تمام امت کے لئے لازمی قرار دے دیا جائے۔

میں جب حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ شریف گیا۔ تو ہوائی سفر میں راستہ میں کچھ دیر کے لئے ظہران میں رُکنا پڑا۔ میں جس مسجد میں نماز پڑھتا تھا اس کے امام سے میں نے ایک روز دریافت کیا۔ گفتگو عربی میں ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔

مَا مَعْنَی الْبِدْعَةِ عِنْدَ کُمْ

تمہارے نزدیک بدعت کا کیا مفہوم ہے؟

اس نے جواب دیا۔

مَا لَمْ ینقل عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم فھو بدعۃ۔

جو چیز حضورؐ سے ثابت نہ ہو۔ وہ بدعت ہو گی۔

میں نے اس سے پوچھا۔

اَرَأَیْتَ لَوْ اَنَّ اَحَدًا یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ اَلْفَ مَرَّۃٍ ھَلْ ھُوَ مُبْتَدِعٌ۔

ذرا یہ تو بتاؤ۔ اگر کوئی شخص روزانہ ایک لاکھ مرتبہ حضورؐ پر درود و سلام بھیجتا ہو۔ آیا وہ بدعتی شمار ہو گا؟

اُس نے نفی میں جواب دیا۔

تب میں نے اس کو بدعت کے معنی سمجھائے۔ کہ بدعت سے مراد ہر وہ عمل ہے جو حضورؐ سے ثابت نہ ہو اور جسے پوری امت پر واجب کر دیا جائے۔

ظاہر ہے

کہ میں لوگوں کو اس مجلس میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ اس میں شرکت کو ہر مسلمان کے لئے واجب قرار دیتا ہوں۔ البتہ اپنی جماعت کے لوگوں سے جو مجھ سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے ہیں یہ کہا کرتا ہوں کہ مجلس ذکر میں شرکت سے بہت سے روحانی فائدے حاصل ہوں گے۔ اور یہ بات میں سراسر ان ہی کی خیر خواہی کے لئے کہا کرتا ہوں حضورؐ کا ارشاد ہے:-

اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

میرا جی چاہتا ہے کہ جو لوگ مجھ سے بیعت کی نسبت رکھتے ہیں۔ وہ جنت میں جائیں اور جہنم سے بچیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔

اگر مریدین کی جماعت کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس میں شریک ہوں۔ تو یہ اُن کے لئے بھی سعادت کا باعث ہو گا اور اُن کے درجات بلند ہوں گے۔ اور میں اُن لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو کہ محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اس میں شریک ہوں۔

بہر حال میں اس مبارک مجلس میں شرکت کو کسی پر لازم نہیں کرتا۔ اگر وہ لوگ آئیں تو "چشم ما روشن دِل ما شاد"۔

دعا کرتا ہوں: اللہ رب العزت مجھے اور آپ لوگوں کو نفس کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کی عاقبت بخیر کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

خدا کی یاد کی محفل جتنی زیادہ آباد ہو گی اتنا ہی زیادہ فرشتے اس میں کثرت سے آئیں گے۔ اور جس قدر زیادہ فرشتوں کی تعداد شامل ہو گی۔ اسی قدر ہماری نیکی کی شہادت مضبوط ہو جائیگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کاموں میں استقامت نصیب فرمائے کہ استقامت ہی اصل کار ہے۔

ذکرِ الٰہی کی برکات

ذکر کی برکت سے انسان گناہوں سے

کنارہ کش ہو جاتا ہے اور خدا کا خوف اس کے دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے۔ اور اعضاء و جوارح پر اس کا بڑا اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہ ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کا تعلق خدا سے قریب تر ہو جاتا ہے قرآن مقدس میں ہے:۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

"اور جب تم سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں نزدیک ہوں۔ پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھ کو پکارتا ہے تو چاہیئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لاویں مجھ پر شاید نیک راہ پر آویں"۔

ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کو اپنے سے قریب اور حاضر سمجھنے لگتا ہے۔ اور جب وہ خود کو اللہ تعالےٰ کے اس قدر قریب محسوس کرتا ہے۔ تو اس کے دل میں خدا تعالےٰ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری کا جذبہ اور زیادہ ابھرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جسے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔

اللہ تعالےٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یا کم ازکم یہ تصور ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اس پر اللہ تعالےٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

الحمد للہ! آج چوالیس برس سے خدا کی یاد کو اپنی زندگی کا مقصد و منشا بنایا ہوا ہے۔ اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور اب آپ کو بھی اس چیز کا سبق دیتا ہوں۔ یہ راستہ بڑا کٹھن اور دشوار گزار ہے۔ اور بزرگوں کی صحبت کے بغیر اس راستہ پر چلنا بہت مشکل ہے اس لئے جب تک کسی اللہ والے کی صحبت میں نہیں بیٹھو گے اس وقت تک نفس و باطن کی اصلاح ناتمام رہیگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شر نفس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ ۔

بقیہ: اداریہ:

محکمہ اوقاف

(ص۳ سے آگے)

اسلام دین فطرت ہے۔ اور فطرت کے تقاضے ہمیشہ یکساں رہے ہیں۔ اسلام کا ظہور کسی ردّ عمل کا نتیجہ نہیں ہے۔ وہ مثبت پائدار اور مستحکم نظریات اور ناقابل تبدیل اصول کا حامل ہے۔

وہ اس لئے نہیں آیا کہ زمانہ کے تقاضوں کا ہم رکاب ہو۔ وہ زمانے کو اپنا تابع فرمان بنانے کی غرض سے آیا ہے۔

اسلام کوئی وقتی تحریک نہیں ہے۔ کہ اس میں لچک موجود ہو۔ وہ دوامی قدروں کا ایک ایسا جاندار اور زندگی سے بھرپور مذہب ہے۔ جس نے ہمیشہ وقت کی رفتار کا رخ موڑا ہے۔

وہ حالات کا پیدا کردہ مذہب نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ حالات کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے۔

لیکن اس حقیقت سے وہ لوگ کیسے آشنا ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے مسلمان ہونے کے باوجود عیسائیت کی آغوش میں تربیت پائی ہے ؎

مذہب غلام، روح غلام، آبرو غلام
آزادیٔ ضمیر، نہ آزادیٔ نظر

ناظم اوقاف اگر لادینیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کا سدّباب چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے اس نظام تعلیم کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو لادینیت کے فروغ کا سب سے بڑا باعث ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اوقاف کی آمدنی سے ایسے مدارس و مکاتیب کے قیام کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ جہاں اسلامی تعلیمات کی نشرو اشاعت کا معقول انتظام ہو۔ ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترویج کا ذریعہ ثابت ہوں۔

تبدیلیٔ افکار کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ تعلیم ہے۔ اگر صحیح بنیادوں پر تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمارا معاشرہ اصلاح پذیر نہ ہو۔ اور جو خرابیاں اس وقت رو بکار آ چکی ہیں ان کا استیصال نہ ہو سکے۔

اس کے لئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے اور علماء کے مشورے اور ان کے تعاون سے ایسے کسی منصوبہ کا تشکیل پا جانا کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔

اگر جناب اے، ایچ قریشی صاحب ان خطوط پر محکمہ اوقاف کی افادیت کا خاکہ مرتب کریں تو ہمیں یقین ہے۔ کہ نہ صرف ان کی آرزو ہی بر آئے گی بلکہ بحیثیت مجموعی ملک و قوم کے لئے یہ ایک نیک فال ہو گا۔ اور ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اس نیک مقصد میں انہیں ہر مرحلہ پر علماء کا تعاون حاصل رہے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

دلچسپ لطیفہ!

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہ ایک دن دیوبند کے چند لوگوں کے ساتھ مسجد جا رہے تھے کہ یکایک ان کا بھانجہ تانگے میں ان کے سامنے آ گیا۔ ڈاڑھی مونچھیں صاف۔ پاجامے کی بجائے نیکر۔ عمامہ کی جگہ سر پہ ہیٹ۔ آگرہ کالج سے چھٹی میں گھر آ رہا تھا کہ اچانک ماموں کا سامنا ہو گیا حضرت ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھے "ارے تو آ گیا" محجوب بھانجہ کو چارہ نہ تھا۔ اس حالت میں تانگہ سے کود کر بغل گیر ہونے کو بڑھا۔ اس کا ٹوپ حضرت کے ماتھے سے ٹکرایا۔ اور گرنے لگا۔ وہ بغل گیر ہونے سے رکا۔

اس پر فرمایا کہ

"مغربی وضع کے ٹوپ میں اور خوبیاں ہوں گی۔ لیکن ایک بڑا عیب یہ ہے۔ کہ یہ دو خواہشمندوں کو ایک دوسرے سے جی کھول کر ملنے نہیں دیتا"

اعلان: بعض لوگ رسائل خدام الدین کا چندہ لفافہ میں بند کر کے ارسال کرتے ہیں جو ایک خلاف قانون حرکت ہے۔ ادارہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے سے معذور ہے۔ از راہ کرم اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔

محمد احمد

اصحابُ الجنّۃ

(باغ والے)

پانچ بھائی تھے - اُن کا باپ چھوڑ مرا ایک میوے کا باغ اس کی پیدائش (پیداوار) سے سارا گھر آسودہ تھا - جس دن ٹھہرانا میوہ توڑنا، شہر کے فقیر سب جمع ہو آتے، سب کو کچھ کچھ دیتا، اسی سے برکت تھی۔
پیچھے بیٹوں نے سمجھا کہ اتنا جو فقیر لے جاویں اپنے ہی کام آوے - پھر مشورہ کیا کہ سویرے ہی توڑ کر گھر لے آویں، فقیر جاویں گے تو وہاں کچھ نہ پاویں گے - اور اس پر ایسا یقین کیا کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا - رات کو آگ لگی یا دھاڑ پڑی، سب صاف ہو رہا - (شاہ عبدالقادر دہلویؒ)

صبح ہوئی اور نرم و نازک نسیم کے خوشگوار جھونکے چلنے لگے - بوڑھا (علامہ ابن کثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ سورۂ قلم میں جس شیخ کا ذکر آیا ہے یہ بنی اسرائیل میں سے تھے) آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اور ہانپتا ہوا چلا - سن و سال نے اس کی پیٹھ دوہری کر دی تھی - صبح و شام کی گردشوں سے کمر جھک گئی تھی - اس کے باوجود وہ بڑھتا ہوا سورج کے اُفق پر اُبھرنے سے پہلے اپنے باغ کے دروازے پر جا پہنچا - جو مقام ضروان (یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے) میں واقع تھا۔

شیخ کا یہ باغ سرسبز و شاداب اور پھلوں پھولوں سے خوب لدا ہوا تھا - اس کی روشوں میں شیریں پانی بہتا رہتا تھا - نسیم سحر اُس کی جھاڑیوں میں نمی پہنچاتی اور بہار اس کے صحن میں اپنا قیمتی فرش بچھاتی - کلیاں اور پھول نچھاور کرتی - درخت اور پودے، پھل اور سبزیاں مہیا کرتے - غرض باغ کی تازگی اور شادابی نگاہوں کو طراوت اور دماغ کو فرحت بخشتی - لوگ یہاں سیر و تفریح کے لئے جمع ہوتے - اس کے درختوں کے سائے میں اکٹھا ہو کر طرح طرح کی دلچسپی کی باتیں کرتے - اور ہنسی دل لگی میں اپنا وقت گزارتے۔

شیخ باغ کے گوشوں میں ٹہلتا اور اس کے فرشوں اور روشوں کے درمیان سیر کرتا رہا - پھولوں کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچی اور نگاہیں نیچے لٹکتے ہوئے پھلوں کو دیکھ کر سیر ہوئیں - پرندوں کے چہچہے اور بلبلوں کے زمزمے کانوں میں گونجے - ان چیزوں سے لطف اُٹھا کر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوا اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گیا - اور دعا کی کہ وہ اُسے تونگری کی سرکشی سے بچائے اور دنیا کے فتنے اور شیطان کے وسوسے دُور رکھے۔

شیخ کا معمول

صبح کے وقت روزانہ شیخ کا یہی معمول تھا - اسی عالم میں دن رات اور صبح و شام گزرتے رہے - یہانتک کہ باغ کی پیداوار کاٹنے اور پھل توڑنے کا وقت آتا - اور شیخ مالی اور اس کے مددگاروں کو بُلاتا جو ہنستے اور درانتی سے کام لیتے اور پھل توڑتے - اس کے بعد اس کے پاس فقراء کی جماعتیں آپہنچتیں - جنہیں اُس نے ہر سال اس بات کا عادی بنا دیا تھا - وہ انہیں جی بھر کے کھانے کو دیتا - کوئی غلّہ کے ناپ سے اُس کا دیا ہوا برتن بھر لیتا - تو کوئی اپنے کپڑوں میں رکھ کر لے جاتا - اِس کے بعد جو چیزیں درانتی سے بچی رہ جاتیں - اور جو درختوں کے درمیان پھیلی پڑی ہوتیں - وہ بھی اُن کا حصّہ ہوتیں - ان کا لینا اُن کے لئے بالکل حلال تھا۔

شیخ کے بیٹے اِن حالات پر صبر نہ کر سکے - ان میں اتنی تاب اور برداشت کہاں تھی کہ وہ باپ کا مال فقیروں اور مفلسوں میں تقسیم ہوتا دیکھیں - اور اس کے باغ کو مسکینوں کے لئے وقف رہنے دیں - انہیں یہ کیونکر گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ اور محنت کش مزدور اور سائل برابر ہو جائیں - بلکہ یہ لوگ خود ان سے بڑھ کر باغ سے فائدہ اُٹھائیں۔

بیٹوں کا اعتراض

ان میں سے ایک نے کہا:۔
"ابا جان! آپ جو کچھ فقراء پر خرچ کرتے اور انہیں دیتے ہیں - یا جتنا مال عطا و بخشش کے طور پر مخصوص کر دیتے ہیں - اتنا ہی ہمارے حق میں سے کم کر دیتے ہیں - اور ہماری روزی میں تنگی پیدا کر دیتے ہیں۔"

دوسرے بیٹے نے کہا:۔
"ابا جان! اگر آپ نے اپنا یہی طریقہ جاری رکھا - تو آپ عنقریب مال و جائداد سب کچھ ختم کر بیٹھیں گے - ہمارے لئے نہ مویشی چھوڑیں گے نہ پھل پھول - پھر آپ کے بعد ہم لوگ فقیر اور بھیک منگے بن کر رہ جائیں گے۔"

اس کے بعد تیسرے نے بھی کچھ کہنے کا ارادہ کیا - تو باپ نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سب کی طرف نگاہ کر کے کہا:۔

"میں تو تم لوگوں کو اس وہم اور قیاس میں غلطی پر دیکھ رہا ہوں - یہ مال کیا ہے جس کی نسبت تم فیصلے کے خواہاں ہو - اور اُسے اپنے لئے مخصوص کر لینا چاہتے ہو؟ یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا - یہ نہ میرے قابو میں ہے نہ تمہارے - یہ تو اللہ کا مال ہے اُس نے اِس پر مجھے مختار اور امانت دار بنایا ہے - میرا فرض ہے کہ میں اُسے اُس کی مخلوق کے بہترین اور مفید ترین مصرف میں خرچ کروں - اس میں فقراء و مساکین کا حق ہے - مسافروں اور گوشہ نشینوں کا حق ہے - اِسی طرح اس میں پرندوں اور جانوروں کی غذا بھی ہے - اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ میرے اور تمہارے لئے ہے - یہی میں نے کیا ہے - فقیروں کو اس میں سے حصّہ پانے کا عادی بنایا ہے - اور اس کے متعلق خدا کا حکم جاری کیا ہے - اِس طریقے سے مال بڑھتا ہے اور اس قسم کے اخراجات مال میں اضافے اور برکت کا باعث ہوتے ہیں - یہی وہ طریقہ ہے - جس پر میں نے نوجوانی اور اُدھیڑ عمر میں نشو و نما پایا - اور اسے اپنے لئے لازم قرار دیا ہے - اب میں بوڑھا ہو گیا اور مرنے کے قریب پہنچ کر اس طریقے کو کس طرح چھوڑ دوں - ذرا صبر سے کام لو اور ٹھہرو - تم دیکھ رہے ہو کہ میرے بال سفید ہیں اور جسم لاغر ہو گیا

ہے۔ کمر جھک گئی ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں میرے بدن میں راہ پا چکی ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے۔ اللہ سے جا ملونگا اور تم ہی اِس باغ، مال اور مویشیوں اور بکریوں کے وارث ہوگے۔ اُس وقت یہ دونوں راستے تمہارے سامنے ہوں گے۔ خرچ کرو گے۔ تو اللہ تعالےٰ نے خرچ کرنے والوں سے اُس کا بدل عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ کنجوسی کرو گے۔ تو یہ سمجھ لو کہ بخیل کو اللہ نے مال کے تلف ہو جانے کی دھمکی دی ہے۔ تم لوگوں کے بارے میں اس کا علم مقرر ہے۔ جسے وہ پورا کرنیوالا ہے۔"

شیخ اللہ کی رحمت کے سائے میں

شیخ کو زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ بیماری اور امراض میں دائمی طور پر مبتلا رہنے لگے۔ حتّٰی کہ ایک دن اپنی مہلتِ کار اور زندگی کو ختم کرکے دنیوی کاروبار اور لوگوں کے معاملات سے فراغت حاصل کی۔

زمانہ جلدی جلدی گزرتا گیا۔ باغ کی فصل تیار ہو گئی۔ پھلوں کے توڑنے کا زمانہ آپہنچا اور فقراء نے ہر سال کے طریقے کے مطابق اپنے حصّہ پر نگاہیں جما دیں۔

شیخ کے بیٹے صلاح و مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور فصل کاٹنے کی تیاری کرنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

"آج سے باغ میں کسی سائل یا فقیر کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اب باغ کے گنجان درخت سائلوں یا مسافروں کے لئے .... جائے پناہ نہیں رہیں گے۔ ہر ایک کا اپنا حصّہ ہے۔ وہ جب چاہے اُسے بڑھا سکتا ہے۔ اور اس میں سے جتنا چاہے ذخیرہ کر سکتا ہے۔ اگر ہم اِس طریقہ پر عمل کریں گے تو ہماری شان بلند ہو جائے گی اور دولت بڑھیگی۔"

ایک نیک طینت بھائی کی نصیحت

اُن میں سے نسبتاً اچھے بھائی نے جو طبیعت و جبلّت میں باپ سے ملتا جلتا تھا اور نیکی اور بھلائی میں باپ کے قریب قریب تھا۔ کہا:

"تم ایسی بات پیش کر رہے ہو جسے اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن اس کی گہرائیوں میں شر پوشیدہ ہے۔ تم اسے اپنے لئے مفید خیال کرتے ہو۔ لیکن یہ چیز تمہارے باغ کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گی۔ اگر تم فقراء کو محروم کر دو گے۔ اور مساکین کا حق ضائع کر دو گے تو ان کے شر اور زیادتی سے امن میں نہ رہ سکو گے اس کا بڑا اندیشہ ہے کہ تمہارے ایسا کرنے پر یہ لوگ شور برپا کر دیں۔ اس لئے انہیں اُن کا حق دو۔ اور انہیں خوش کرنے کے لئے اپنے باپ کے طریقے پر چلو۔ ان کو دینے کے بعد اللہ باقی مال میں برکت دے گا۔ اور اس کو ترقّی دیگا۔"

مگر دوسرے بھائی کہاں ماننے والے تھے۔ اس کے منہ پر چیخ کر بولے:

"جس بات پر تمہیں اختیار نہیں۔ اس کے متعلق کوئی نصیحت نہ کرو۔ اپنا وعظ اپنے پاس رہنے دو۔ اور کہے جاؤ گے تو ہم اپنے کان بند کر لیں گے۔"

اس بھائی نے کہا:

"جب تم نے یہی مناسب سمجھا ہے۔ کہ میری بات نہ سُنو اور میری نصیحت سے منہ موڑ لو۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ نماز پڑھو۔ کیوں کہ نماز گناہ اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ ممکن ہے وہ تمہیں حق کی طرف لوٹا دے۔ اور تمہارے دلوں کو فقراء کی جانب مائل کر دے۔"

مگر بھائیوں نے ایک نہ سُنی۔ اور کوئی بات قبول نہ کی۔

رات کو ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا۔ کہ آغازِ صبح کو پَو پھٹنے سے پہلے جب کہ فقراء اپنے بستروں کو بھی نہ چھوڑیں گے یہ اپنے کام پر روانہ ہو جائیں گے اور باغ پہنچ کر اس کے پھل توڑ لیں گے۔ پھر اپنا اپنا حصّہ تقسیم کر لیں گے۔

وَ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ وَ لَا یَسْتَثْنُوْنَ۔

(انہوں نے قسم کھائی کہ ان پھلوں کو صبح کو چل کر ضرور توڑ لیں گے۔ انہیں اس پر اتنا یقین تھا۔ کہ انہوں نے انشاءاللہ تک نہ کہا۔)

بدنیتی کی سزا۔ باغ کی تباہی

اللہ نے ان کی نیّت کی خرابی اور مسکینوں اور سائلوں کو محروم رکھنے کا حال جان لیا اور ان کے باغ پر ایک بلا بھیجی جس نے وہاں کی پیداوار اُکھاڑ کر رکھ دی۔ اُس کے پھل گرا دیئے اور پتّے اور شاخیں خشک کر ڈالیں۔

اب جو دن نکلا تو وہ باغ کی فصیلوں پر حسرت سے کھڑے یہ منظر دیکھنے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے:

"کیا یہی ہمارا باغ ہے۔ ہم نے تو کل اسے ہرا بھرا چھوڑا تھا۔ اس میں پانی بہہ رہا تھا۔ پھول مہک رہے تھے۔ اور پھل پکنے کے قریب تھے۔ ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ یہ ہمارا ہی باغ ہو۔ معلوم ہوتا ہے ہم بھٹک گئے ہیں۔"

اُن میں سے اچھے بھائی نے کہا:

"نہیں۔ بلکہ یہ تمہارا باغ ہے۔ جس سے تم فقیروں کے محروم کئے جانے سے پہلے محروم کر دیئے گئے اور تمہیں وہ سزا دی گئی جو بدترین حریص اور بخیل کو دی جاتی ہے۔"

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ۔ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ۔ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۔

(ان میں جو کسی قدر اچھا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا۔ اب توبہ و تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ تو سب توبہ کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ بے شک ہم قصوروار ہیں۔ پھر ایک دوسرے کو مخاطب کر کے باہم الزام دینے لگے۔ (پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے۔ (سب مِل کر توبہ کر لو) شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھّا باغ اس کے بدلے میں دے دے۔ اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔)

لیکن تقدیرِ الٰہی پوری ہو چکی تھی۔ افسوس باقی رہ گیا تھا۔ اور انہیں اپنے مکر و کید کی سزا ملنی ضرور تھی۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔

(اسی طرح عذاب ہُوا کرتا ہے اور بے شک آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کاش! کہ وہ اس بات کو جانتے ہوتے۔)

حضرت شیخ الاسلام علامہ سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

مسلمانوں کی ذمہ داریاں

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنا نصب العین معلوم کرے جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہوگا نہ کوئی مفید لائحۂ عمل بن سکتا ہے اور نہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے کہ امت اسلامیہ "خیرالامم" ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

(تم بہترین ہو ایسی امت ہیں، جو انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہے، اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو، بری بات سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو)

لیکن یہ عقیدہ اور خیرامۃ کا قرآنی لقب ہمارے اوپر خاص خاص فرائض عائد کرتا ہے، کاش! ہم ان کو پہچانیں اور پوری مستعدی سے ان کو پورا کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

من سرّہ ان یکون من تلك الامة فلیؤدّ شرط اللہ فیھا.

(جو چاہتا ہے کہ اس کا شمار اس امت میں ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرے جو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے)

آیہ کریمہ واضح کر رہی ہے کہ اس امت کی بعثت نہ صرف اس لئے ہے کہ اس امت کو دینی اور دنیاوی منافع حاصل ہوں بلکہ اس امت کی بعثت کا اہم مقصد اور نصب العین یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اس سے نفع پہنچے۔ عالم انسانی اس کے "خیر" سے بہرہ اندوز ہو۔ یہ امت خیرالامم اسی لئے ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرتی رہے۔ یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کے فرض کو حسن و خوبی سے انجام دیتی ہے۔ اس لئے وہ خیرالبریۃ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (سورۃ بینہ)

(جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کئے۔ وہی ہیں مخلوق میں سب سے بہتر)۔

وہ آیت کریمہ جو ملت اسلامیہ کو خیرامت قرار دیتی ہے اس کا دوسرا حصہ عبرت آموز سبق بھی پیش کر رہا ہے۔ دوسرے حصے میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۲)

اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ہوتا خیر ان کے لئے۔ ان میں سے کچھ صاحبِ ایمان ہیں اور اکثر فاسق و بدکار ہیں۔

یہ چند الفاظ بنی اسرائیل کی ہزار سالہ تاریخ کی طرف ہماری توجہ منعطف کرا دیتے ہیں اور اس انقلاب عظیم کی علت بھی واضح کر دیتے ہیں جو ملت اسلامیہ کے ظہور کے وقت ہوا تھا یعنی بنی اسرائیل کی شوکت و حشمت، ان کی شاندار تاریخ اور تاریخی روایات کو آج اس لئے ختم کیا جا رہا ہے اور

اِنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

(میں نے فضیلت دی ہے تم کو تمام جہانوں پر)

کا طرۂ امتیاز جو بنی اسرائیل کو عطا ہوا تھا اور جو انعام خداوندی ہزارہا سال تک ان کے لئے مخصوص رہا تھا۔ آج وہ سب ان سے اس لئے واپس لیا جا رہا ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کا جو فرض ان پر عائد ہوا تھا اس کو انجام دینے کی اہلیت بنی اسرائیل نے فنا کر دی ہے۔ ایمان باللہ اور خوف خدا کی بجائے بارگاہ رب العزت میں گستاخانہ جرأت ان کا قومی مذاق بن گیا ہے۔ لاحاصل تمناؤں اور غلط عقیدوں نے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تمام قدر و قیمت کو ختم کر دیا ہے

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (سورۃ بقرہ)

(ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ مگر گنتی کے چند روز)

اور

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ۔ (مائدہ)

(ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں)

جیسے عقائد نے پاداش عمل کے عقیدہ کو مضمحل کر کے یوم الآخر، یوم الدین اور یوم الحساب کے تصور کو بے معنی اور لاحاصل بنا دیا ہے۔

لہٰذا یہ منصب جلیل ان سے واپس لے کر ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ علیٰ مؤسسہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اور آج عرفات کی چوٹیوں پر یہ بشارت اصحاب محمد (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین) کو سنائی جا رہی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

(سورۃ مائدہ ع ۱)

جس طرح آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کی ملت "خیرامت" ہے۔ اسی طرح آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ اس ذات اقدس سے وابستہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے "رؤف رحیم" فرمایا ہے جس کو دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا گیا کہ پوری کائنات پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

(نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحم کرنے کے لئے تمام جہانوں پر)

لیکن مجھے معاف فرمائیں اگر میں اس بدقسمتی کا شکوہ کروں کہ اس آیت کے مفہوم میں دماغی اختراع نے بے جا رخنت کی ہے اور عام طور پر سمجھا جانے لگا ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی کریں وہ غیر مسئول ہیں اور صرف اس بنا پر کہ وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس سے وابستگی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مغفور ہیں جو چاہیں کریں ان کوئی باز پرس نہیں۔ یعنی اسرائیلی عقیدہ

نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ کو ختم کرنے کی بجائے معاذ اللہ اس کی نقل شروع کر دی گئی ہے۔

حالانکہ ہر ایک صاحب علم سمجھتا ہے کہ مفاد آیت یہ ہے کہ جس طرح سرور کائنات سید الموجودات، محبوب رب العلمین (علیہ الف الف صلوات وتسلیمات) یتیموں کے والی، بیکسوں کے وارث، غریبوں کے ہمدرد، غمزدوں کے غمگسار، مصیبت زدوں کے مددگار تھے۔ اسی طرح آپؐ کے تبع، آپؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والے اور آپؐ کے دامن اقدس سے وابستہ ہونے والے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہو۔ وہ خدائے واحد کا پرستار اور عبادت گزار ہو۔ غریبوں کا ہمدرد ہو۔ یتیموں اور بیکسوں کا غمگسار ہو۔ ظلم و عدوان کا مخالف مظلوموں کا حامی اور مددگار ہو۔ اس کے مکارم اخلاق ہر ایک کے لئے آیہ رحمت ہوں اور اس کے اعمال خیر اور افعال حسنہ سارے عالم کے لئے باعث خیر و برکت ہوں۔

اس کی پر اخلاص دعائیں

لَاَکَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِہِمۡ[1] (سورہ مائدہ)

کی تصدیق دنیا کے سامنے پیش کریں اور اس کا پُرخشوع استغفار یُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا[2] (سورۃ نوح)

کا نظارہ دنیا کو دکھلائے

ملاء اعلیٰ ان کے اعمال حسنہ اور خصائل حمیدہ سے لطف اندوز ہو۔ فرشتے ان کے لئے دعائے خیر و برکت کریں اور ان کے لئے دعاء مغفرت کو اپنی فطری تسبیح و تقدیس کا ایک جزو بنالیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَہٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَیُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَا وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَۃً وَّعِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَکَ وَقِہِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ۝ (سورۃ مومن)

(حاملین عرش اور جو عرش کے ماحول میں ہیں، اپنے رب کی حمد و ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے گھیر لیا ہے ہر ایک چیز کو رحمت اور علم سے پس معاف فرما ان کو جو توبہ کریں اور تیرے راستہ پر چلیں اور ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ فرما۔)

اس طرح ایک خیر و برکت کی فضا، آسمان سے زمین تک عرش سے فرش تک قائم ہو اور دنیا شہادت دے کہ آپ "خیر امت" ہیں آپ "خیر البریۃ" ہیں۔ آپ "شہداء علی الناس" ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت کریمہ سے اس کی بجائے کہ آپ کو فخر و مباہات کی کوئی سند عطا کریں، آپ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد کی ہیں اور آپ کے فرائض کا دامن بہت وسیع کر دیا ہے۔

ایک مسلمان کی خدمت صرف اس کی ذات اس کے اہل و عیال اور قبیلہ تک محدود نہیں ہوسکتی۔ اس کی خدمات کا دائرہ کسی طبقہ کی حدود میں محصور نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی نفع رسانی رنگ و نسل کے امتیاز سے آزاد ہوگی۔ اس کی محبت و شفقت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں ہوگی اور وہ تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد ایک خالق کی مخلوق اور ایک ربّ کی عیال سمجھ کر امداد و اعانت ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کو عام کرے گا۔ اس کا ذاتی مفاد اس کی نظر میں ہیچ ہوگا اور اس کی تمام جدّ و جہد انسانیت کے مفاد کے لئے وسیع تر ہوگی۔ وہ ہر بات جماعتی نقطۂ نظر سے سوچے گا اور نوع انسان کی فلاح و بہبود اس کے نفع و نقصان کا معیار ہوگی۔

غرض ایک مسلمان کا کردار اور اس کی گفتار اس رحمت عالم کی زندگی پاک کا اسوہ ہونا چاہیئے جس نے سارے عالم کو پیغام رحمت سنایا جس نے ساری مخلوق کو اللہ کی عیال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاَحَبُّ الۡخَلۡقِ اِلَی اللّٰہِ مَنۡ اَحۡسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بیہقی)

(اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال پر احسان کرے)

جس نے مومن کی تعریف یہ فرمائی

اَلۡمُؤۡمِنُ مَنۡ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَآئِہِمۡ وَاَمۡوَالِہِمۡ۔ (بخاری)

(یعنی مومن وہ ہے کہ تمام انسانوں کی جانیں اور مال اس کے ہاتھوں محفوظ رہیں)

اور

اَلۡمُؤۡمِنُ مَنۡ اَمِنَ النَّاسُ بَوَآئِقَہٗ۔ (ترمذی)

(مومن وہ ہے کہ کسی انسان کو بھی اس کی وجہ سے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو)

اور ہر ایک مومن کو ہدایت فرمائی

صِلۡ مَنۡ قَطَعَکَ وَاعۡفُ عَمَّنۡ ظَلَمَکَ وَاَحۡسِنۡ اِلٰی مَنۡ اَسَآءَ اِلَیۡکَ۔ (بخاری شریف)

(جوڑو اس سے جو تم سے توڑے۔ قطع تعلق کرے، معاف کرو اس کو جو تم پر ظلم کرے اور بھلائی کرو اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ برائی کرے)۔

جو شب کے آخر حصہ میں حسب طویل القیام نوافل سے فارغ ہو کر مناجات میں مشغول ہوتا تو بارگاہ ربّ العزت میں عرض کیا کرتا تھا:

اَللّٰہُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیۡءٍ اَنَا شَہِیۡدٌ اَنَّ الۡعِبَادَ کُلَّہُمۡ اِخۡوَۃٌ۔

(ابوداؤد شریف باب مایقول الرجل اذا سلم)

(اے اللہ! اے ہمارے پروردگار اے پالنے والے ہر چیز کے میں گواہ ہوں (اقرار کرتا ہوں) کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں۔

مشکلات اور مصائب

برادران ملت! یہ درست ہے کہ آپ کے سامنے مشکلات اور پریشانیاں ہیں اور بسا اوقات مشکلات کی بیشمار فوجوں کو دیکھ

[1] سورہ مائدہ کی یہ آیت اہل کتاب کو تنبیہ کر رہی ہے کہ اگر وہ تورات وانجیل پر اور ان احکام پر جو تورات وانجیل کے علاوہ دوسرے صحیفوں پر نازل ہوئے تھے پوری طرح عمل کرتے تو اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور پیروں کے نیچے سے بھی یعنی آسمانوں سے بھی برکتیں نازل ہوتیں اور زمین کی برکتیں بھی ان کے اطمینان و مسرت میں اضافہ کرتیں (لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا لہٰذا طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے)

[2] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "اپنے رب سے معافی کی دعا کرو بیشک وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے وہ آسمان کی دھاریں تمہارے لئے کھول دے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ کرے گا اور تم کو سرسبز و شاداب باغ اور رواں دواں نہریں عطا فرمائے گا" ۱۲

کر ہم اپنے مستقبل سے مایوس ہو جاتے ہیں لیکن مشکلات کے وقت بھی ہمارے نقطہ نظر میں وسعت ہونی چاہیئے۔ آپ صرف اپنے اوپر نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت پر نظر ڈالئے کیا دنیا میں آج کوئی زندہ قوم ایسی بھی ہے جو مشکلات میں محصور نہ ہو

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ۔

(سورۃ روم)

(خود انسان کے ہاتھوں کی کرتوتوں کی وجہ سے بحر و بر خشکی اور تری میں فساد رونما ہو گیا ہے)

خود انسان کے غلط کارناموں نے سارے عالم انسانیت کو گرداب مصائب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مصائب کی نوعیت میں بیشک فرق ہے لیکن مصیبت سے کوئی قوم محفوظ نہیں، تاہم مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کریں کہ اسلام کے نظریہ کمال نے جس طرح عیش و راحت کے وقت خاص قسم کے اخلاق کریمانہ کی دعوت دی ہے اور قوت و طاقت کی موجودگی میں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[1] کا مظاہرہ کرایا ہے، اسی طرح مصیبت و آلام کے تاریک اوقات میں بھی فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ[1] اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[2] جیسے عظیم الشان کردار و اخلاق کی تلقین فرمائی چنانچہ ضبط و تحمل استقلال، عالی حوصلگی اور توجہ الی اللہ یہ ایسی طاقتیں ہیں جن کے سامنے بالآخر ہر ایک طاقت سپر ڈال دیتی ہے۔ یہ طاقتیں امریکہ کے ایٹم بم اور روس کے ہائیڈروجن بم سے بھی ایک کو من کو بے نیاز کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں انہیں طاقتوں سے امداد حاصل کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ۔ (سورہ بقرہ)

(اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے)

دنیا نے ایٹم کا نسخہ ضرور دریافت کر لیا اور وہ نسخہ بھی معلوم کر لیا جس سے ایٹم کی طاقت کو بیکار کیا جا سکے لیکن افسوس کہ مادی دنیا کی نگاہیں اس روحانی کیمیائی نسخہ کی صحیح حقیقت نہ معلوم کر سکیں جس سے ضبط و تحمل اور توجہ الی اللہ کی سب سے بڑی طاقتیں حاصل ہو سکیں۔ ایک مومن کو خوش ہونا چاہیئے کہ قرآن حکیم نے یہ نسخہ بیش بہا مرحمت فرمایا ہے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ جس کو "خشوع" کا نسخہ کیمیا حاصل ہو جائے اس کے لئے "صبر و صلوٰۃ" یعنی ضبط و تحمل اور توجہ الی اللہ بھی سہل ہو جاتا ہے

وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○

(سورۃ بقرہ ع ۵)

(بیشک یہ (صبر و صلوٰۃ) بہت مشکل ہے مگر یہ مشکل ان کے لئے آسان ہو جاتی ہے (جو خشوع کرنے والے ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے ربّ سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس ہوں گے)۔

خشوع و خضوع یعنی بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار اور حضرت حق کی جانب توجہ وہ قیمتی جواہر ہیں جو آپ کو دنیا کا سب سے گراں قدر سرمایہ بنا سکتے ہیں یہ جواہر بے بہا آپ کو خود اپنی نظر میں بے شک ہیچ کر دیں گے لیکن دنیا آپ کے لئے جھکے گی۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ منافقون)

(بے شک عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور اہل ایمان کے لئے)

بہرحال صبر و ضبط" انابت الی اللہ" اور درگاہ باری میں سر نیاز جھکا کر اعتماد علی اللہ" وہ گوہر و جواہر ہیں جو دشمنوں کو دوست، بد اندیشوں کو خیر اندیش بناتے ہیں اور کج رووں کو راہ مستقیم پر گامزن کر کے خیر و برکت کی فراوانی اور امن عام و فلاح دوام کی ضمانت پیش کرتے ہیں:

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

برادران ملت!

بے شک مشتعل جذبات کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے لیا جائے اور بسا اوقات مساوات قائم کرنے پر بھی جذبات کا اشتعال فرو نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک برائی کا بدلہ ہزاروں گنا برائیوں سے لیا جاتا ہے لیکن اس طرح آپ برائی کو ختم نہیں کر سکتے۔ اس طرح آپ گردنوں کو تو جھکا سکتے ہیں لیکن دلوں کو رام نہیں کر سکتے۔ البتہ برائی اس طرح ختم ہو سکتی ہے کہ سیئہ کا بدلہ حسنہ سے دیا جائے۔ اگرچہ یہ بہت مشکل ہے مگر قلوب کو اسی طرح مسخر کیا جاتا ہے اور سچے مشن کو کامیاب کرنے کی یہی صورت ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○

(سورۃ حم سجدہ)

(برائی کا جواب ایسی خصلت (اور ایسے اخلاق) سے دیجئے جو بہت ہی بہتر ہو تو دیکھو گے کہ وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان عداوت ہے وہ گویا سرگرم دوست ہو جائے گا۔ یہ بات انہیں کو ملتی ہے جو ضبط اور برداشت رکھتے ہیں اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑی قسمت والے ہوتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَ اِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَ لٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَ اِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا۔

(ترمذی شریف)

(تم عوام کی بھیڑ کے تابع مت بنو کہ تم بھی یہی اصول بنا لو کہ اگر لوگ اچھا کرتے ہیں تو تم بھی اچھا کرو اور ظلم کرتے ہیں تو تم بھی ظلم کرنے لگو۔

---

[1] فتح مکہ کے بعد جب مکہ کے کفار جو تقریباً بیس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے جنگی قیدی کی حیثیت سے بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بشارت سنائی تھی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ... الخ (آج کوئی ملامت کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو)

[1] صبر کرو جیسا کہ بڑے بڑے اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بلکہ اپنے نفسوں کو اس کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ اچھا کریں تو تم احسان کرو اور لوگ ظلم کرنے لگیں تو تمہاری طرف سے کوئی ظلم نہ ہو۔

صبر سے میری مراد بزدلی اور نامرادی نہیں ہے بلکہ انتقامی طاقت ہوتے ہوئے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی پیش کش، سیئہ کے مقابلہ میں حسنہ کا مظاہرہ، انتقام کے جواب میں عفو اور درگزر مراد ہے جو بزدل نہیں بلکہ مرد بہادر ہی پیش کر سکتا ہے۔

جو مشکلات آپ کے سامنے ہیں وہ آپ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہیں آئیں۔ آپ کی تاریخ تو مشکلات کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر ہے۔ آپ ہمیشہ مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور آپ کا استقلال و استقامت اور آپ کے حسن اخلاق مشکلات کو آسان کرتے رہے ہیں۔

اگر آپ کا نصب العین صحیح ہے اور آپ حق و صداقت کی خاطر مشکلات میں مبتلا ہیں تو آپ یقین رکھئے، نصرت الٰہی آپ کی رفیق ہوگی اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت مستحکم اعلان ہے:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ

(سورۃ روم)

(ہم پر لازم ہے امداد اہل ایمان کی)
حضرت حق جل مجدہٗ کا پختہ وعدہ ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ، اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(سورۃ حج)

(اللہ تعالیٰ یقیناً مدد کرے گا ان کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ صاحب قوت ہے غالب ہے)

مشکلات مایوسی کی چیز نہیں ہیں — مشکلات زندگی کی علامت ہیں۔ مردہ قومیں مشکلات میں مبتلا نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ان کا کوئی اجتماعی نصب العین نہیں ہوتا۔ روح ارتقاء ان کے قالب سے فنا ہو چکی ہوتی ہے لیکن زندہ قومیں آزمائی جاتی ہیں اور وہ مردانہ وار مشکلات کا مقابلہ کیا کرتی ہیں۔ مشکلات زندگی کا خاصہ ہیں۔

چنانچہ زندہ قوموں ہی کو آگاہ کیا جاتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ۔

(سورۃ بقرہ)

(ہم تم کو آزمائیں گے کسی قدر خوف، بھوک، جان، مال اور پیداوار کے نقصان میں مبتلا کر کے)

غرض مشکلات مایوسی کی چیز نہیں۔ بلکہ بسا اوقات مشکلات روشن مستقبل کا طالع نیک ہوا کرتی ہیں۔ البتہ ایک شرط ہے کہ ہمارے اعمال میں خلوص اور مقاصد میں للہیت ہو۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔

(سورہ محمدؐ)

(اگر تم مدد کرو گے اللہ تعالیٰ کی، وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا)

اِمامِ و سرورِ پیغمبراںؐ

نبیِ اُمّی و خاتم محمدؐ عربی
رسول و ہادیٔ اعظم فَدَیْتُہٗ بِاَبِیْ

وہ جس کے نور سے روشن ہیں مہر و مہ کے چراغ
وہ جس کے نام سے لرزاں ہے نظم تیرہ شبی

اُسی کی ذات ہے ایمان و دین کا مقصود
اُسی کے عشق میں زندہ ہے رسمِ جاں طلبی!

اُسی کی قامتِ موزوں پہ راست آتی ہے
"امام و سرورِ پیغمبراں" کی خوش لقبی!

ہر ایک امر میں ناطق ہے فیصلہ اسکا
جو وہ نہ ہو تو شریعت ہے کارِ بولہبی

اُسی کی شمعِ رسالت سے مستنیر ہیں سب
ملائکہ ہوں کہ جن و بشر، ولی، کہ نبی

امانِ حق میں ہو غیرت کہ آج رو بہ زوال
اُسی کی امتِ خیر الامم ہے وا عجبی!

سید عبد المنان شاہد

ایک شرمناک جسارت

شاہد ابن طالب

لاہور کے ایک ادبی جریدہ کے حالیہ شمارہ میں مشہور شاعر احسان دانش کی ایک نظم "مدینہ اور پاکستان میں مماثلی رشتہ" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

اس نظم میں شاعر نے مسٹر محمد علی جناح کی تحریک پاکستان کو وہی تقدس بخشنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ جو سرور کائنات حضور آقائے دو عالم محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے انقلاب انگیز پیغام رسالت کو حاصل ہے۔

"نقل کفر کفر نہ باشد" کے مصداق یہاں دو شعر پیش کئے جاتے ہیں ؎

ادھر عرب میں تھے کوشاں محمدؐ عربی
ادھر جناح کا ماحول شورِ بولہبی
ادھر رسولؐ کا اسلام کامیاب ہوا
ادھر جناح کی مرضی پہ انقلاب ہوا

مسلمان قوم کے لئے مسٹر جناح کی مخلصانہ کوششوں کے باوصف کوئی غیرت مند مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ انہیں حضور رحمتِ عالمؐ (بِاَبِیْ اَنْتَ ہُوَ وَ اُمِّیْ اَنْتَ) کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا جائے ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

حضورؐ کے مقام رفیع کی عظمت تو ادراکِ بشری سے وراء الوراء ہے۔ مسلمان تو یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ مسٹر جناح کو حضورؐ کے صحابہؓ سے تمثیلی نسبت دی جائے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک

افسوس! کہ احسان دانش چند ٹکوں کی خاطر اور اربابِ اقتدار کی خوشنودی کے لئے آخری عمر میں اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ہم انہیں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ع

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی؟

اس کے ساتھ ہی ہمیں اس ادبی پرچہ کے مدیر سے بھی یہ گزارش کرنا ہے کہ مسٹر جناح کی تعریف و توصیف کا اگر آپ کو شوق چرایا ہے تو سبحان اللہ بڑے اہتمام سے اس شوق کی تسکین کا سروسامان مہیا کیجئے۔ تاہم اس قسم کی ذہنی پستی کا مظاہرہ ناقابلِ برداشت ہے ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کو حضورؐ کے مقامِ عظمت سے روشناس ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

صحابہؓ کی حیات طیبہ

صحابہ کرام کو نماز سے ایک طرح کا عشق تھا۔ کہ وہ پُرخطر حالات میں بھی نماز کو چھوڑنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ ہر طرح کے خطرات سے معمور تھا۔ اور قریش بے دریغ مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ اس زمانہ میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سوز و گداز کے ساتھ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے کہ قریش کے بیوی بچے متاثر ہو کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور قریش کو اندیشہ ہوتا۔ کہ کہیں ان کے متعلقین اپنے دین سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس لئے وہ آپ کو نماز پڑھنے سے روکتے اور اذیّت پہنچاتے۔

حضرت ابو بکر کو اپنی نماز اور تلاوت اس درجہ عزیز تھی۔ کہ آپ نے قریش کے مظالم سے تنگ آکر مکّہ سے حبش کو ہجرت کر جانا گوارا فرمایا مگر آپ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ نماز اور تلاوت ترک کر دیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے اجازت لے کر حبشہ جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں قارہ کے رئیس ابن دغنہ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ آپ کو مکّہ واپس لایا۔ اور آپ کے فضائل بیان کر کے قریش کو ملامت کی۔ کہ تم ایسے شریف اور نیک دل انسان کو ترک وطن پر مجبور کر دیا۔ اس کے ساتھ ابن دغنہ نے اعلان کر دیا۔ کہ ابو بکر میری امان میں ہیں۔ قریش نے اس شرط پر اس کا اعلان قبول کر لیا۔ کہ حضرت ابو بکر کھلے طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دروازے پر ایک مسجد بنا لی۔ اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے۔ اب پھر وہی حال تھا۔ کہ جب آپ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ تو قریش کے بیوی بچے فرط اثر سے کھنچ کر آپکے پاس جمع ہو جاتے۔ قریش نے ابن دغنہ سے شکایت کی۔ کہ ابو بکر نے اپنے دروازے پر مسجد بنا لی ہے۔ اس میں بلند آواز سے نماز اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں اپنے متعلقین کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یا تو ابو بکر شرائط کی پابندی کریں یا پھر تم ان کی ذمہ داری سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ تم میری حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہو۔ میں اللہ کی حفاظت میں راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز کے ساتھ یہ ذوق و شغف تمام عمر قائم رہا۔ اکثر دن کو روزے رکھتے۔ اور راتیں نماز میں گزارتے۔ خضوع و خشوع کا یہ حال تھا۔ کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس حرکت نظر آتے۔ روتے اتنے کہ ہچکی بندھ جاتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو ۳۰ر ۴۰ آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ تاہم مسلمانوں کی مظلومیّت کا یہ حال تھا۔ کہ وہ پوشیدہ طور پر نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ کعبہ میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو ان جذبہ ایمانی نے گوارا نہ کیا۔ کہ کفّار تو کعبہ میں علانیہ نماز ادا کریں۔ اور مسلمان پوشیدہ طور پر نماز پڑھیں۔ وہ صحابہ کی ایک جماعت لے کر نماز پڑھنے کے لئے نکلے۔ کفّار نے شدید مزاحمت کی۔ لیکن آپ ان سے مقابلہ کرتے ہوئے کعبہ میں پہنچ گئے۔ اور صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضرت عمر کے اس کارنامہ کے صلے میں سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم سے فاروق کا لقب عطا ہوا۔

ہجرت کا موقعہ بھی انتہائی نازک تھا مسلمان ایک ایک دو دو کر کے خفیہ طور پر ہجرت کر رہے تھے۔ لیکن حضرت عمر مسلح ہو کر قریش کے درمیان سے گزرتے ہوئے حرم میں گئے۔ اور طواف کر کے نماز پڑھی۔ اس کے بعد اس اعلان کے ساتھ ہجرت کی۔ کہ یہ نہ کہنا۔ کہ عمر چپکے سے بھاگ گیا جسے اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم بنانا ہو۔ وہ مکّہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرے۔ حضرت عمر کو اگر "شہید نماز" کہا جائے۔ تو غلط نہ ہو گا۔ آپ ایک روز معمول کے مطابق نماز فجر کے لئے گھر سے نکلے۔ اور لوگوں کو جگاتے ہوئے۔ مسجد میں پہنچے۔ صفیں درست کیں۔ اور امامت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ابھی آپ تکبیر تحریمہ ہی کہنے پائے تھے۔ کہ اچانک حضرت مغیرہ کے مجوسی غلام ابو لؤلؤ نے جو مسجد کے محراب میں چھپا ہوا تھا۔ آپ کے شکم مبارک پر پے در پے قرولی کے تین وار کئے۔ آپ سنبھل نہ سکے۔ لڑکھڑائے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتنا بڑا حادثہ گزر گیا۔ مسلمانوں کے امیر پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ لیکن نماز کے ان قدر شناسوں کا حال دیکھئے۔ کہ نہ کسی قسم کا شور و ہنگامہ ہوا۔ نہ خوف و ہراس پھیلا نہ نماز کے نظم و سکون میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ایک امام زخمی ہو کر گرا۔ تو پیچھے سے دوسرے شخص نے آگے بڑھ کر اس کی جگہ سنبھال لی۔ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔ نماز جاری رہی۔ حملہ آور نے چاہا۔ کہ نکل بھاگے۔ لیکن بھاگ نہ سکا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح نمازیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ قاتل راستہ نکالنے کے لئے نمازیوں پر پے در پے وار کر رہا تھا۔ اور ایک کے بعد دوسرا شخص زخمی ہو ہو کر گر رہا تھا۔ لیکن نماز اب بھی جاری تھی۔ اور صفوں کا وہی سکون و وقار اب بھی قائم تھا۔ مجروحین کی تعداد تیرہ تھی۔ جن میں سات کی شہادت ہو گئی۔ مسجد قربان گاہ بن گئی۔ لیکن نماز اپنی شان کے ساتھ ختم ہو گئی۔ حملہ آور گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ اب مفر کی صورت نہیں تو اپنے ہی خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

امیر المومنین کو اٹھا کر خلافت کدے میں پہنچا دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو آپ نے نحیف آواز میں پوچھا مجھے کس نے مارا ہے؟

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ مغیرہ کے مجوسی غلام ابو لؤلؤ نے مارا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اونچی آواز سے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ جو مکان کے باہر تک سنائی دی۔ پھر فرمایا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے ایک کافر کے ہاتھ سے مجھے شہادت عطا فرمائی۔ کسی مسلمان کا ہاتھ آلودہ نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ آپ جس وقت مسجد سے اٹھا کر گھر لائے گئے۔ ہوش میں آئے تو پوچھا۔ لوگوں نے نماز پڑھی۔ میں نے کہا۔ ہاں! فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی۔ اس کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں۔ آپ نے پانی منگا کر وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ (کنز العمال)

دل جاتا ہے دل سے تیری الفت نہیں جاتی
سر جاتا ہے سر سے سودا نہیں جاتا

ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم شب میں مکان سے نکلے۔ تو دیکھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں پست

آواز سے قرات کر رہے ہیں - آگے بڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز کے ساتھ نماز میں قرأت کر رہے تھے -

دونوں حضرات حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے - تو حضور نے فرمایا ابوبکر! نماز میں تمہاری آواز پست تھی -

عرض کیا میں جس (خدا) سے سرگوشی کر رہا تھا اس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہاری آواز بہت بلند تھی - انہوں نے عرض کیا - یا رسول اللہ! میں سونے والوں کو بیدار کرتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں - (ترمذی)

رمضان میں نماز تراویح بھی بڑے شوق کے ساتھ پڑھا کرتے تھے - پہلے تراویح کی نماز انفرادی طور پر پڑھی جاتی تھی - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اسے جماعت کی شکل دے دی - امام ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا - صحابہ کرام کھڑے کھڑے اس قدر تھک جاتے - کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی - لوگ سحر کے وقت نماز سے فارغ ہوتے -

صحابہ کرام کی راتوں کی نمازیں بڑے ذوق وکیف کی ہوتی تھیں - ایک صحابی نے رات کی نماز ایسی کھلی آواز میں پڑھی - کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی ان کی قرأت سنی - صبح ہوئی - تو حضور نے فرمایا خدا اس پر رحم فرمائے - اس نے بہت سی آیتیں یاد دلادیں - جن کو میں بھول گیا تھا -

ایک بار کچھ صحابہ نے حضور کو شب میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا - تو شریک ہوگئے - صبح کو لوگوں سے ذکر کیا - تو دوسری رات اور زیادہ جمع ہو گئے - دو تین رات تک برابر یہی حالت رہی - تو حضور ایک شب گھر سے نہیں نکلے - صحابہ کرام نے مختلف طریقوں سے اپنے شوق کا اظہار کیا - کھانسے، کھنکارے - دروازے پر کنکریاں ماریں - حضور غصّے میں نکلے - اور فرمایا تمہاری ان حرکتوں سے مجھے خیال ہوا - کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے -

حضور شب میں نماز پڑھنے کے لئے گھیر کر حجرے کی صورت پیدا کر لیتے تھے - صحابہ کرام کو خبر ہوئی - تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے - لیکن حضور نے ان کو بھی روک دیا - امّت پر حضور کی کتنی شفقت تھی - حضور کو یہ گوارا نہ تھا - کہ امّت پر فرائض کا اعتدال سے زیادہ بوجھ نہ پڑ جائے - اسلام کی یہی خوبی ہے - خدا نے فرمایا ہے -

"دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی گئی" ✪

آنسہ عثمانی

جھروکہ بند کرو

اُنا کمبخت کیا دماغ خراب ہو رہا ہے - اتنی تیز ہوا میں بچہّ کو لئے دریچہ میں کیوں بیٹھی ہے؟

"بیگم آپ اطمینان رکھیں - بچہ کو کپڑے میں لپیٹ لیا ہے"

"ہوا نقصان کرے گی جھروکہ بند کرو"

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ اقدام مصلحت پر مبنی ہے - کپڑا اڑھا لینے سے ٹھنڈی ہوا سے بچّہ کی حفاظت ممکن نہیں، آپ کے برابر ان کی صحیح پرداخت نہ دوسرا کر سکتا ہے - نہ آپ خود ہی مطمئن ہو سکتی ہیں - کہ اپنے پھول سے بچوں کو لا پرواہ نوکروں اور بے رحم عزیزوں پر چھوڑ دیں - خواہ کوئی کتنا ہی اپنی خیر خواہی کا یقین دلائے -

"مگر سنئے تو . . . . ؟ یہ جو مسموم ہوائیں آپ کے معصوموں کو جھلسا رہی ہیں - ان کے جھروکے آپ کیوں نہیں بند کرتیں؟

ان کے دینی اور اخلاقی موت سے آپ کیوں نہیں تھرّاتیں -؟ اور ان کے عذاب آخرت کے خوف سے آپ کیوں نہیں بلبلا اٹھتیں"؟

مان لیجئے کہ معاشرہ خراب ہے ماحول بہت مسموم ہے - مگر اس کے بچاؤ کی کیا کوئی صورت ممکن نہیں -؟ کیونکہ جب بیماریوں وباؤں سے بچاؤ ممکن ہے - تو اخلاقی امراض سے بچاؤ کیوں ممکن نہیں -؟ جب آپ بچّہ کی صحت کے لئے تن من دھن کی بازی لگا سکتی ہیں - تو دماغی اور ذہنی و روحانی صحت کے حصول سے آپ اس درجہ کیوں غافل ہیں -؟

جس طرح بچہ کی پرورش کے بارے میں آپ اَنّاؤں، ملازموں بلکہ نانی دادی تک پر بھی بھروسہ نہیں کرتیں - اسی طرح اس کی "روح کی پرورش میں بھی استادوں پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر بھروسہ نہ کیجئے - آپ کا فرض وہ ادا کرنے کے اہل نہیں ہیں - آپ آغوش تربیّت ہی سے اس کو اس کا صحیح مقام بتانا کیوں نہیں شروع کرتیں؟

جتنی برائیاں ہیں ان کی نفرت کے بیج اگر آپ شروع سے ذہن کی کچی زمین میں بو دیں گی - تو وہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھ کر ایک تناور درخت ہو جائیں گے"

پھر . . . . . "؟ پھر کسی کانفرس کی ضرورت قوم کو نہ ہو گی - کہ بچہّ اس کفر خیز فضا میں مسلمان کیسے رکھا جائے - کوئی شبینہ یا صباحی مکاتب نہ چلیں گے - جو آپ کا بھولا ہوا فرض خود ادا کرنے کی سعی کریں - کیونکہ اصل مدرسہ تو آپ کی گودیں ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں مسلمان گھرانوں میں پھیلے ہوئے ہیں - آپ اپنا فرض پہچان لیجئے - پھر ہر ماں خود ایک عظیم درسگاہ ہے - پھر وہ جھروکہ بند کر دیجئے، جو آپ کی اولاد کے اخلاقی ذہن اور روحانی تنزّل کا سبب ہے"

. . . .

ورنہ نصف صدی سے اب تک جس غفلت سے آپ سرشار ہیں - وہی خواب گراں اب بھی رہا - اور خدا اور رسول اور مذہب، کی محبّت اور دینی حمیت پر اگر اولاد کی محبّت کو آپ نے اسی طرح غالب رہنے دیا تو ؎

"ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"

(مقتبس)

✪ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو نماز عشا کے لئے مسجد میں تشریف لانے میں کبھی کبھی دیر ہو جاتی لیکن صحابہ کرام کے ذوق وشوق میں فرق واقع نہ ہوتا - ایک دفعہ کسی مشغولیّت کے باعث عشاء کی نماز کے لئے حضور کو مسجد میں آنے میں اتنی دیر ہو گئی - کہ صحابہ کرام سو گئے پھر جاگے - پھر سوئے - پھر بیدار ہوئے - اور اس کے بعد پھر نیند نے غلبہ کر لیا - حضور نبوت کدہ سے باہر نکلے - تو فرمایا :-

"آج دنیا میں تمہارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہیں کرتا" (ماخوذ)

★

کبھی ہم بھی تو رسی کی اپنی پشت خاک سے گرد
بھرا کرتے ہوئے سفت آسمان گرد

جگر مرادآبادی

ادارہ

تاریخ اسلام کے روشن پہلو

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیلئے منادی کرائی۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا۔ تو ایک نہایت ضعیف صحابی بھی شامل ہو گئے اور اپنی خدمت کے لئے تین دینار پر ایک نوکر ساتھ لے گئے۔ یعنی شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا۔

ایک دفعہ سرور کائنات ؐ کی تشریف آوری پر صحابہ تعظیم کے لئے اُٹھے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو۔ کہ یہ اہلِ عجم کا طریقہ ہے۔

رسول اللہ ؐ کے زمانے میں ایک صاحب، عبداللہ نامی تھے۔ جنہیں لوگ "حمار" کہا کرتے تھے اور وہ حضورؐ کو ہنسایا کرتے تھے۔ صاحب معراج ؐ انہیں شراب نوشی کے جرم میں کوڑوں کی سزائیں دے چکے تھے۔ اس کے بعد ایک روز پھر وہ رسولِ اکرمؐ کے زمانے میں اسی جرم میں پیش ہوئے۔ اس روز بھی رسول اللہ ؐ کے حکم سے اُن کے کوڑے پڑے۔ اس پر ایک شخص بول اُٹھے:۔

"خدا کی لعنت ہو عبداللہ پر۔ کتنی بار شراب پینے پر پٹ چکا ہے۔"

شہنشاہِ کونینؐ نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ "نہیں اس پر لعنت نہ کرو۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے تو اُسے اللہ و رسولؐ سے محبت رکھنے والا ہی پایا ہے۔"

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اصفہان سے کچھ مالِ غنیمت آیا۔ جس میں کچھ گھی اور شہد بھی تھا۔ گھی اور شہد حضرت علیؓ کی دُختر اُمِّ کلثوم نے لے لیا۔ جب حضرت علیؓ کو علم ہوا۔ تو آپ نے قیمت وصول کر کے خزانے میں داخل کر دی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت حسنؓ بن علیؓ کا بوسہ لیا۔ اقرعؓ نے یہ دیکھ کر کہا۔ کہ یا رسول اللہؐ! میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ صاحبِ بدر و حنینؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"جو رحمت سے خالی ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں کی جاتی۔"

جنگِ اُحد میں جب مشہور ہو گیا۔ کہ رسول اکرمؐ شہید ہو گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ بددلی میں تلوار پھینک کر زمین پر بیٹھ گئے اس اثنا میں ایک صحابی ابن نضرؓ اُن کے پاس سے گزرے اور اس شکستہ ہمتی کی وجہ پوچھی۔ تو فرمانے لگے کہ "حضورؐ کی شہادت کے بعد اب کیا لڑنا ہے۔"

ابن نضرؓ نے کہا۔ "اگر واقعی رسول اللہؐ شہید ہو گئے ہیں۔ تو اُن کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔"

یہ کہہ کر نعرۂ تکبیر بُلند کیا اور کفار کی فوجوں میں داخل ہو گئے اور اسی ۸۰ سے زیادہ زخم کھا کر شہید ہو گئے ؎

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کے وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مکان پر گئے۔ عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ مجھ کو بلا لیا ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ "ابھی معلوم ہوا ہے کہ شہر کے باہر ایک قافلہ اُترا ہے۔ لوگ تھکے ماندے ہوں گے۔ آؤ ہم اور تم چل کر پہرہ دیں۔"

چنانچہ دونوں صاحب گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہا کرتا تھا۔ جب کبھی گھر میں کوئی چیز آتی۔ تو پڑوسی کو بھی اس میں سے دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بکری ذبح کرائی اور گھر والے یہودی کو گوشت بھیجنا بھول گئے۔ حضرت عبداللہؓ کو جب اس کا علم ہوا۔ تو وہ بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے۔

"رسول اکرمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق جبرئیلؑ نے اس قدر تاکید کی کہ مجھے شک پڑ گیا کہ غالباً ہمسایوں کو شریکِ وراثت بنا دیا جائے گا۔"

حضرت خالدؓ نے دورانِ جنگ میں ایک دشمن پر وار کیا۔ اس نے فوراً کلمۂ طیبہ پڑھ لیا۔ مگر آپ نے ہاتھ روکا نہیں اور اس کا کام تمام کر دیا۔

رسول اکرمؐ کو جب اصل واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے باز پُرس کی۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہؐ! اُس نے محض موت کے ڈر سے ایسا کیا تھا۔ پھر اس سے محاربانہ سلوک کرنے میں کیا چیز مانع تھی؟"

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"کیا تم نے اُس کا دِل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ تمہیں کیا معلوم کہ جو اُس کی زبان سے نکلا اُس کے دل میں نہ تھا۔ اگر وہ ایمان لا چکا تھا۔ تو پھر تم نے کس حق کی بنا پر اس کا خون بہانا روا رکھا؟"

حضرت خالدؓ بہت پشیمان ہوئے۔

ابو جحیفہؓ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں پولیس اور بیت المال کے افسر تھے۔ ایک دن حضرت علیؓ نے دورانِ تقریر میں ابو جحیفہؓ سے استفسار کیا۔ کہ "کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ کے بعد اس اُمّت کا سب سے بہتر انسان کون ہے"؟

ابو جحیفہؓ نے عرض کیا:۔

"امیر المؤمنین وہ آپ ہیں"

آپ نے فرمایا:۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ حضورؐ کے بعد اس اُمّت کے بہترین انسان حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ اور پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ"

بقیہ:

اسلام کی بہادر بیٹی

(صلا ۱۹ سے آگے)

مشہور تھا۔ روایات کے مطابق آپ نے بچپن ہی سے فنونِ حرب کی تعلیم حاصل کی تھی، اکثر معرکوں میں اپنے والد ماجد سپہ سالار ہاشم بن عتبہؓ کے ساتھ شریک ہوئیں۔!

سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی عثمان بن حارثؓ سے ہوئی۔ لیکن شادی کے چند ہی سال بعد آپ بیوہ ہو گئیں۔ تو اپنی ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی۔ اکثر معرکوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ ایران کے آتش پرستوں نے متحد ہو کر یہ طے کیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ ایران کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ اس معرکہ میں اسلام کا مایہ ناز سپہ سالار ہاشم بن عتبہؓ آذر بائیجان کے مورچہ پر اسلامی لشکر کی کمان سنبھالے ہوئے تھا۔ انہیں کے ساتھ آپ بھی دادِ شجاعت دے رہی تھیں۔ "مردانِ صف شکن بڑھے چلو، بڑھے چلو، فتح و کامرانی تمہاری منتظر ہے۔" آپ کا یہ نعرہ میدانِ جنگ میں گونج رہا تھا۔ اور اس نعرے نے اسلامی لشکر میں غیر معمولی جوش و ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ آپ کے عزم و حوصلہ نے ایرانیوں کے لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔

آخر کار آپ لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئیں۔ تو آپ کے والد نے ہر چند چاہا۔ کہ چند روز آرام کر لیں۔ مگر آپ نے منظور نہ کیا اور برابر میدانِ کارزار میں سرگرمِ عمل رہیں۔ جب باپ نے بہت زیادہ زور دیا تو آپ نے کہا:-

"ابا جان! مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ یوں تو اسلام میرے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن شوہر کی موت کے بعد میری یہی تمنا ہے کہ اسلام کی خاطر لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور اپنے شوہر سے جا ملوں۔"

آپ کے اس جواب کے بعد ہاشم بن عتبہ نے پھر کچھ نہ کہا۔

آخر کار دشمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ آذر بائی جان کے بعد آرمینیا کی جنگ میں آپ بذات خود ایک دستہ کی کمان کر رہی تھیں۔ چنانچہ اپنی اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر بہت ہی مختصر عرصہ میں آرمینیا کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔ پھر اطلاع ملی کہ بلخ میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے تاکہ اسلامی علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بڑھے۔ اطلاع ملتے ہی ہاشم بن عتبہؓ آپ کو ساتھ لے کر بلخ جا پہنچے۔ دونوں لشکر ٹکرائے۔ سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر اس معرکہ میں مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

اس معرکہ کے بعد فرغانہ کا معرکہ پیش آیا۔ اسمیں ایک موقع پر آپ بری طرح دشمنوں میں گھر گئیں۔ آپ کے ساتھ صرف چار سو جانباز تھے۔ یہ ایک ایسا نازک موقع تھا۔ جب کہ بڑے بڑے جانباز بھی گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن آپ مطلق نہ گھبرائیں اور مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ تلوار چلاتی، دشمنوں کے لشکر کو چیرتی صاف بچ کر نکل گئیں۔ اور پلٹ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔

آپ علوم و معارف کا سرچشمہ بھی تھیں، قرآن پاک نہایت خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ زندگی کے آخری دور میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تھا۔ چنانچہ آپ کی وجہ سے ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے۔

(بشکریہ "رضوان" لکھنؤ)

تصحیح!

۳ر فروری ۱۹۶۱ء کے پرچہ میں احادیث الرسولؐ کے صفحہ پر دوسری حدیث کی عبارت میں کتابت کی غلطی رہ گئی ہے۔ اس کی تصحیح فرمالیں۔ اصل عبارت یہ ہے:-

وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ۔ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ الخ۔

ایشیا کی عظیم مذہبی درسگاہ

جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند

مسلمانوں کی علمی اور عملی عظمت کا سو سالہ نشان ہے۔ اس کے تحفظ کیلئے ایثار و فیاضی کا ثبوت دیجئے۔ ملت کی اجتماعی زندگی اور قومی عظمت کی بقاء کے لئے دارالعلوم کی امداد وقت کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔

(اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔)

پاکستانی حضرات اس پتہ پر چندہ ارسال کریں:-

حاجی شوکت علی صاحب یوپی سوڈا واٹر فیکٹری نابھہ روڈ۔ لاہور

مدرسہ حنفیہ جہلم کا سالانہ

جلسہ

انشاء اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۷ر ۸ر ۹ر اپریل ۱۹۶۱ء مطابق ۲۰ر ۲۱ر ۲۲ر شوال ۱۳۸۰ھ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو بڑی شان و شوکت سے منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں اکابر علماء کرام شرکت فرمائیں گے۔

احباب تاریخیں نوٹ فرمالیں۔

المشتہر: ناظم دفتر مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی۔ جہلم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور گھر گھر میں پہنچائیے خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھائیے

بچوں کا صفحہ

ہمارا غصہ

بیگم اصغر حسین لکھنؤ

یہ سہ حرفی لفظ دیکھنے میں جس قدر بے حقیقت ہے ویسے ہی اس کا پس منظر انتہائی ہولناک اور تباہ کن ہے، اچھے اچھے گھرانے اس کی بدولت اُجڑ جاتے ہیں، قتل و غارت، خودکشی سب اسی کی رہینِ منت ہیں۔ باپ بیٹے کو قتل کر دیتا ہے، بیٹا باپ کو۔ بھائی بھائی اسی کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہمیشہ کے لئے دشمن بن جاتے ہیں۔ ساس بہو ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہو جاتی ہیں۔ شوہر اور بیوی کی محبت بھری زندگی میں خار بن کر داخل ہوتا ہے اور اس طرح دونوں کو دور کر دیتا ہے گویا کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بڑی بڑی سلطنتیں اسی نے الٹ دی ہیں۔ سنہ ۴۷ء میں لاہور، دہلی، علیگڑھ آگرہ وغیرہ میں قتل و غارت کا بازار اس نے گرم کر دیا تھا۔ مردوں کی جانیں، عورتوں کی عزت خاک میں مل گئی تھی۔ ہم اس سے لاعلم نہیں ہیں کہ غصہ بہت بڑی لعنت اور بلا کی مصیبتیں لے کر آتا ہے مگر حیف ہے کہ ہم دل و دماغ، عقل رکھتے ہوئے اندھے بہرے ہو جاتے ہیں کہ غصہ پر قابو رکھ کر دین و دنیا دونوں جگہ سرخرو ہو سکیں۔ عبادت گزار جو رات دن، نماز وظیفہ میں مصروف رہتے ہیں وہ بھی غصہ پر حاوی نہیں ہو سکتے، نہ برا سمجھتے ہیں نہ گناہ — دوسروں کا دل دکھانا، ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جانا کوئی برائی ہی نہیں سمجھتا۔ خواہ میں ہوں یا آپ — ہر ایک بر موقع بے موقع غصہ کرنا، دھونس جمانا ہم عین شرافت اور شان سمجھتے ہیں — گالیاں دینا کس قدر نخوست کی بات ہے۔ غصہ جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو انسان گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ اس وقت جو بھی اس سے سرزد نہ ہو جائے تھوڑا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا، قرآن شریف و حدیث شریف کن کن ترکیبوں سے دلائل پیش کر کے ہم کو غصہ کرنے سے روکتا ہے۔ مگر جب ہم اپنے غصہ کو غلط سمجھیں تو عمل بھی کریں ہمارا غصہ برملا درست ہوتا ہے۔ عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ بڑے بڑے متشرع حضرات بھی غصہ پر کنٹرول کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ بعد کو اپنے کئے پر پچھتانا لاحاصل ہے۔ مگر بہت کم ایسے ہیں کہ تلخ کلامی پر نادم ہوتے ہوں۔ زیادہ تر لوگوں کی گردن اور بھی فخر سے بلند ہو جاتی ہے کہ ہم نے فلاں کو یوں ٹھیک کیا اور یوں ذلیل کیا اور کبھی پشیمان نہیں ہوتے اگر ہم نظرِ غور سے دیکھیں گے تو یہ حقیقت سامنے آ جائے گی کہ غصہ ہمارے چہرہ کی کشش اور خوبصورتی کو ختم کر دیتا ہے۔ چہرہ عجیب بھیانک ڈراؤنا ہو جاتا ہے۔ دماغی توازن بگڑ جاتا ہے، خون جل کر صحت برباد ہو جاتی ہے۔ برعکس اس کے ہنستا ہوا خوش مزاج چہرہ (خواہ کیسا ہی بدشکل ہو) کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو چند سال قبل کا سانحہ یاد ہو گا جو ہمارے سامنے ایک جیتی جاگتی مثال ہے — سندیلہ میں جمیل احمد داروغہ نے اپنے سب بچوں کو — جو جہاں بھی جان کے خوف سے چھپا، جا کر گولی مار دی تھی۔ پھر خود بھی خودکشی کر کے حرام موت مرے۔ بیوی کو عمر بھر تڑپنے کے لئے زندہ چھوڑ دیا تھا (جو غالباً آج بھی موجود ہیں) اس سے بڑھ کر درندگی اور شقاوت کا نمونہ اور کیا ہو گا۔

نوکروں کو ہی لیجئے، ذرا سی خطا پر ہم ہزار صلواتیں سنا ڈالتے ہیں۔ اس غریب کی عزت گئی۔ ہمارے لئے کچھ بھی نہ ہوا۔ ہماری بدبختی کی انتہا ہے کہ غصہ کو برا سمجھتے ہوئے بھی ہم اس پر قابو حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم کو ہزار سب برا کہیں ہم اپنی جگہ مگن ہیں، انسان کا غصہ ہونا فطری بات ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کسی کا غصہ اعتدال پر رہتا ہے، کسی کا حد سے تجاوز کر جاتا ہے، اور نتیجہ میں گھر بھر کی زندگی جہنم کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ غصہ چند سیکنڈ میں اچھے بھلے انسان کو وحشی درندہ بنا دیتا ہے، پھر بھی ہر شخص اس کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہے، دل کی ٹھنڈک آنکھوں کا نور سمجھ کر جدا کرنا کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا۔

آئیے ہم اور آپ ماضی کو بھول جائیں، خدا کے حضور میں سچے دل سے عہد کریں کہ ہم غصہ کرنا ترک کر دینگے اور خود پر قابو حاصل کرنے کی پیہم کوشش کریں گے۔ کسی عزیز، دوست، پڑوسی اور نوکر پر ظلم نہ کریں گے۔ نہ تلخ کلامی سے پیش آئیں گے۔ اگرچہ بری بات ہر شخص کو بری لگتی ہے۔ غصہ برداشت کرنا آسان نہیں بڑی بہادری کا کام ہے لیکن جس بات کا عزم کر لیا جائے یا خدا کے سامنے عہد کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ معبودِ برحق ہماری مدد نہ فرمائے۔ جب بھی غصہ آئے خدا سے کیا ہوا عہد ہم یاد کریں، تو یقیناً انشاء اللہ کامیابی ضرور ہو گی۔

اب بارگاہِ ایزدی میں دست بہ دعا ہوں کہ ہم سب کو ایمان، عزت و خلوص اور نیک نامی سے زندہ رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما اور قیامت کی رسوائی سے محفوظ رکھ آمین۔

اسلام کی بہادر بیٹی

(عبدالعلیم خاں انجم)

دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے مردوں کے علاوہ ایسی خواتین بھی پیدا کی ہیں جنہوں نے مذہب کی خدمت نہایت جاں بازی و سرفروشی سے انجام دی اور میدانِ کارزار میں مردوں کے دوش بدوش حصہ لیا، جن پر تاریخ فخر کرتی ہے۔ انہیں خواتین میں سے ایک جبیبہ بنت ہاشم بھی ہیں۔ آپ عرب کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں جو جرأت و بہادری میں دور دور تک (بقیہ بر صفحہ ۱۸)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

سالانہ گیارہ روپے ۔ ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ر مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰/۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

مجلسِ ذکر

مجلسِ ذکر کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہٗ سے جو لوگ وابستہ ہیں یعنی جنہیں آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہے، وہ ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد جمع ہوتے ہیں اور خاندان قادریہ کے مسلک پر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ ذکر کے بعد مولٰنا مدظلہٗ کی تقریر ہوتی ہے جس میں روحانی امراض کی تشخیص اور اس کا علاج و پرہیز بتائی جاتی ہے۔ تزکیہ نفس کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ یہی تقریر ہفت روزہ خدام الدین میں چھپ کر شائع ہوتی ہے۔ اِن ہی تقاریر کا مجموعہ "مجلسِ ذکر" کے نام سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے، خود پڑھیے اور اہل و عیال کو سنائیے، انشاء اللہ "مجلسِ ذکر" کا مطالعہ روحانی بیماریوں سے شفا پانے کا ذریعہ بن جائے گا، اگر زندگی میں ان بیماریوں سے شفا نہ پائی تو یہ بیماریاں قبر میں بھی ساتھ جائیں گی، اور حشر کے دن بھی تڑپائیں گی۔ چار جلدوں میں ہدیہ فی جلد ایک روپیہ + مکمل مع محصولڈاک ۵ روپے ۵۰ پیسے،

ناظم انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید مترجم

شیعہ ○ سنّی ○ اہلحدیث

دیوبندی ○ بریلوی

علماء کا تصدیق شدہ

ہدیہ: چھ روپے + محصول ڈاک ۲۵ پیسے
نوٹ: رقم ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیئے وی پی ہرگز نہ ہو گا

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

گلدستہ صد احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

مرتبہ: حضرت مولٰنا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

اس گلدستہ میں سو حدیثیں اعلٰے درجہ کی صحیح فقط بخاری شریف و مسلم شریف کی جمع کی گئی ہیں، کوئی حدیث شریف اصل کتاب کی ایک سطر سے زائد نہیں ہے۔ اصل حدیث کے نیچے اس کا ترجمہ بھی عام فہم زبان میں درج کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کے اختتام پر چند الفاظ میں اس کی مختصر تشریح بھی کر دی گئی ہے، اس کی قیمت پہلے ایڈیشن میں تو فقط ایک عہد نامہ پر دستخط تھے، جس میں ان احادیث کو یاد کرنا اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ تھا۔ اور مجلد کے لئے ۲۴ ہر جلد کے لئے جاتے تھے لیکن اب تیسرے ایڈیشن میں اس کی قیمت کاغذ کی گرانی کی وجہ سے ۵۰ پیسے رکھ دی گئی ہے اور محصولڈاک ۲۵ پیسے کل ایک روپیہ پیشگی بھیجیں۔ وی پی ہرگز نہ ہو گا۔

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

خوش خبری

قرآن مجید مترجم بزبان سندھی

از حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیحضرت مولانا وسیدنا تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

بارِ نہم چھپ کر تیار ہو گیا ہے

ہدیہ ۷ روپے ۔ محصولڈاک ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

۳۲ رسالے

مختلف مضامین پر عام فہم اردو میں شائع کئے گئے ہیں۔ بفضلہ تعالےٰ اس وقت تک ۹ لاکھ ۹۵ ہزار تک سارے ہندو پاک میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ہر مسلمان مرد عورت اور بچے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

رقم ہر حالت میں پیشگی روانہ کریں۔
ہدیہ مجلد ۔ محصولڈاک وغیرہ

ملنے کا پتہ

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں ... عبید اللہ پرنٹر پبلشر چھپوا کر دفتر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع کیا